۴۸

(فرمودہ ۱۴؍ اکتوبر ۱۹۴۹ء بمقام ربوہ)

یہ عید جیسا کہ دوستوں کو معلوم ہے عید الاضحیہ کہلاتی ہے یعنی قربانی کی عید اور قربانی کی عید کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو اس کے دو ہی معنے ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ وہ عید جو قربانی کے نتیجہ میں منائی جاتی ہے اور دوسرے وہ عید جس کے نتیجہ میں قربانی کی جاتی ہے۔ اضافت دونوں قسم کے معنوں پر دلالت کرتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس جملہ میں یہ لفظ دونوں قسم کی حیثیتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ کسی بڑی قربانی کی توفیق پانے پر ہی عید حاصل ہوتی ہے۔ اور خوشی حاصل ہونے کے شکریہ میں بھی قربانی کی جاتی ہے۔ یہ عید اس یاد میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اگر اپنے بیٹے کی قربانی کی تو ہمیں کس بات کی خوشی ہے۔ قربانی کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور قربان ہونے والے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام۔ ہم اس بات پر کسی خوشی کا اظہار نہیں کرسکتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے توفیق بخشی اور آپ نے اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اس کی خاطر قربان کردیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ہمارے زمانہ میں ایک لمبا فاصلہ ہے۔ اور اتنے لمبے عرصہ تک اس واقعہ کی یاد کو تازہ رکھنا کوئی معقول بات نہیں کہلا سکتی۔ دوسرے ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی پر اس لئے بھی خوشی کا اظہار نہیں کرسکتے کہ آپ ایمان اور تقویٰ میں بہرحال ہم سے زیادہ تھے اور ہم یہ شبہ نہیں کرسکتے کہ شاید وہ یہ قربانی نہ کرتے یا ان کے قدم ڈگمگا جاتے، شکر ہے ایسا نہیں ہوا۔ اس طرح تو یہ عید عید نہیں بلکہ شک، تذبذب اور بے ایمانی سے بچنے پر اظہارِ خوشی ہے۔ کیا ہم اس وجہ سے عید مناتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صلح حدیبیہؓ کے موقعہ پر کفار کے مقابلہ میں خوب ڈٹے رہے یا کیا ہم اس بات کی عید منایا کرتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم نے جب آپ کو دنیاوی لالچ دیا تو آپ ان کے لالچ میں نہ آئے اور اپنے مقصد کے پورا کرنے میں آپ نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی یا کیا ہم اس لئے عید مناتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ نے پے درپے اپنی اولادوں کو خدا تعالیٰ کی خاطر قربان کیا بلکہ خود اپنی جانوں کے دینے میں بھی دریغ نہ کیا۔ پس نہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانیاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربانیوں سے زیادہ ہیں کہ ہم ان کی خاطر عید مناتے ہیں۔ اور نہ ہمیں حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے ایمان اور تقویٰ پر کوئی شک و شبہ ہوسکتا ہے کہ شاید خدا تعالیٰ کی خاطر آپ اپنے بیٹے کو قربان نہ کرتے، مگر چونکہ آپ نے ایسا کر دیا اس لئے ہم خوش ہیں کیا ہم آپ کے مقام کو اپنے مقام سے ادنیٰ سمجھتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں خدا تعالیٰ کا فضل ہوگیا کہ آپ کا قدم نہ ڈگمگایا پس یہ بات غلط ہے کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی کی وجہ سے یہ عید مناتے ہیں اور اگر ایسا نہیں تو ضرور اس کی کوئی اور وجہ ہے۔ اس عید کا منانا اور پھر ساری دنیا میں اس عید کا منایا جانا کسی خدائی فعل کی وجہ سے ہے اور خدائی فعل کی کوئی معقول وجہ ہونی چاہیئے۔ اسلام سے پہلے بھی تو عرب میں عید منائی جاتی تھی۔ درحقیقت یہ حج کا ہی ایک حصہ ہے لوگ حج کرنے کے بعد خوشی مناتے تھے۔ پھر اسلام کے زمانے سے یہ عید ساری دُنیا میں منائی جانے لگی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آخر وہ کیا وجہ ہے جس کی وجہ سے یہ عید ساری دنیا کے لئے کر دی گئی۔ اور صرف ہم ہی یہ عید نہیں مناتے بلکہ ساری دُنیا میں یہ عید منائی جاتی ہے۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے یہ بات یقیناً نہیں کہ یہ عید ہم اس لئے مناتے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کسی بے ایمانی کا مظاہرہ نہیں کیا اور نہ ہی ہم اس لئے عید مناتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی کی محض حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو قربان کر دینا کیا ہمارے لئے خوشی کا موجب ہوسکتا ہے۔

ایک ایسا شخص جو چار ہزار سال پہلے گذرا ہے ایک ایسا شخص جس کے ساتھ نہ ہمیں کوئی جسمانی رشتہ ہے اور نہ سیاسی، پھر اس کے ساتھ ہمیں کوئی تمدنی رشتہ بھی نہیں پھر اس کے اور ہمارے درمیان ایک ایسا راہبر آجاتا ہے جس کی عزت ہمارے دلوں میں اس سے زیادہ ہے جو خاتم النبیینؐ ہے، جو سیّد ولد آدمؐ ہے۔ بلکہ جو سیّد الانبیاء ہے۔ پس گو وہ ایک قربانی کرتا ہے بے شک وہ بہت بڑی قربانی ہے لیکن ہم اس قربانی کی وجہ سے عید کیوں منائیں۔ پھر کیا ہم اس لئے خوشی مناتے ہیں۔ کہ شاید حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حکم کی اطاعت میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی نہ کرتے ہم شکر کرتے ہیں کہ ان کو ٹھوکر نہ لگی۔ یہ بات بالبداہت غلط ہے، ابراہیم علیہ السلام کے پایہ کے آدمی کو ٹھوکر لگ ہی نہ سکتی تھی، ابوالانبیاء کا مقام یقیناً ٹھوکروں سے بہت اونچا تھا۔

غرض ہماری اس عید کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ یا یہ کہ ہم اس لئے عید مناتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اکلوتے بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے اسے ذبح کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام قربان ہونے کے لئے تیار ہوگئے۔ اور یا ہم اس لئے عید مناتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بچا لیا۔ ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی ایسی بات نہیں جس کا براہ راست ہم سے تعلق ہو۔ یا اس کے واقع ہونے پر ہمیں خوشی کا حق پہنچتا ہو یا جو اتنی اہم ہو کہ اس کی مثال دوسرے انبیاء میں نہ پائی جاتی ہو۔ اس واقعہ پر ہمارا خوشی

منانا ایسا ہی مضحکہ خیز ہے جیسے مثلاً چنیوٹ یا احمد نگر میں کسی عام شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا در صوبہ بمبئی کا گورنر اس کی خوشی میں صوبہ بھر میں چھٹی کا اعلان کر دے۔ کیا کوئی شخص اس گورنر کو عقلمند قرار دے گا۔ اسی طرح حضرت اسمٰعیلؑ کے بچائے جانے کا واقعہ ہے۔ ہم اس امر پر بھی خوشی نہیں منا سکتے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو قربانی کے اثرات سے بچا لیا۔ کیونکہ اس نے صرف حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ہی نہیں بچایا بلکہ ان کے علاوہ لاکھوں دوسرے اولیاء کو بھی بچایا ہے ہر صحابی جو رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان لایا اور آپؐ کے ساتھ لڑائیوں میں شامل ہوا کیا اس کی جان معجزانہ طور پر نہیں بچی۔ چنانچہ خالدؓ بن ولید جب وفات پانے لگے تو آپ رو پڑے۔ ان سے ان کے ایک دوست نے کہا۔ آپ روتے کیوں ہیں، خدا تعالےٰ کے رستہ میں قربانی کرنے کی آپ کو غیر معمولی توفیق ملی ہے اس لئے جب آپ خدا تعالےٰ کے پاس جائیں گے تو انعام پائیں گے۔ خالدؓ نے کہا۔ یہ بات نہیں۔ تم ذرا میرے پاؤں سے پاجامہ اُٹھا کر تو دیکھو کیا وہاں کوئی ایسا حصہ ہے جس پر تلوار کا نشان نہ ہو۔ پھر دوسرے پاؤں سے پاجامہ اُٹھا کر دیکھو۔ ہاتھوں پر سے کپڑا اٹھا کر دیکھو، پیٹھ کو ننگا کر کے دیکھو، میرا سینہ دیکھو، غرض سارا جسم دکھانے کے بعد کہا۔ میرے دوست کیا میرے جسم پر کوئی انچ بھر بھی ایسی جگہ باقی ہے جس پر تلوار کا نشان نہ ہو۔ خالدؓ یہ بیان کرنے کے بعد پھر رو پڑے اور کہا۔ میں نے خدا تعالیٰ کے رستہ میں شہادت پانے کے لئے اپنے آپ کو ہر قسم کے خطرات میں ڈالا۔ چنانچہ تم نے دیکھ ہی لیا ہے کہ میرے جسم پر کوئی ایسی جگہ باقی نہیں جس پر تلوار کا نشان نہ ہو لیکن باوجود کوشش کے میں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا اور شہادت نصیب نہ ہوئی اور آج پلنگ پر مر رہا ہوں۔ خالدؓ نے ادب کی وجہ سے اس طرح بچ جانے کے اَور معنے لئے۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید میں بدقسمت ہوں کہ مجھے باوجود کوشش کے شہادت کا رتبہ نہ مل سکا۔ لیکن ان کے دوست کی جگہ اگر میں ہوتا تو یہ کہتا کہ خالدؓ یہ کتنا بڑا معجزہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کی جان تو خدا تعالےٰ نے ایک دفعہ بچائی لیکن تمہیں خدا تعالےٰ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی برکت سے ہزاروں دفعہ موت سے بچایا۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ بہت سے ایسے واقعات پیش آئے ہیں جبکہ خدا تعالےٰ کی خاطر آپؐ نے قربانی کی اور آپ کی قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کوئی کم نہ تھی بلکہ زیادہ تھی۔ پس سوال یہ ہے کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی سے زیادہ تھی تو پھر آپؐ کی قربانی کی وجہ سے ہم کیوں عید نہیں مناتے بیشک عید الفطر محمدی عید ہے۔ اسلام سے قبل یہ عید عربوں میں نہیں منائی جاتی تھی عربوں میں صرف عید الاضحیہ رائج تھی۔ لیکن یہ عید محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی قربانی کی خوشی میں نہیں منائی جاتی

حالانکہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کم نہیں تھے اس لئے ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ ایسا کیوں ہوا۔ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک قربانی کی وجہ سے تو عید مناتے ہیں لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی قربانی کی وجہ سے عید نہیں مناتے۔ لازماً ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اگر مسلمان عید مناتے ہیں تو ضروری ہے کہ اس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شامل ہوں ورنہ آپ کی قربانی ایثار اور جو کام آپ نے کیا۔ اور جو عملی نمونہ آپ نے دکھایا، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کم نہیں تھا بلکہ بہت زیادہ تھا۔ آج اس سوال کا جواب میں دیتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی وجہ سے ہم یہ عید کیوں مناتے ہیں۔ اور ہمارے اس عید کے منانے پر وہ شبہات کس طرح وارد نہیں ہوتے جو میں نے وارد کئے ہیں۔ اس شبہ کا ازالہ کرنے کے لئے ہم بائیبل کا مطالعہ کرتے ہیں۔ بائیبل میں لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کہا۔ اے ابراہیم تو اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر (ہمارے نزدیک اکلوتے بیٹے سے مراد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں عیسائیوں کے نزدیک حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بات کا اپنے بیٹے سے ذکر کیا اور اسے راضی پاکر ساتھ لے گئے۔ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور اُلٹا لٹا دیا۔ اور چھری نکالی تا اُسے خدائی حکم کے مطابق ذبح کریں لیکن بجائے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ایک دنبہ ان کے سامنے پیش کیا گیا اور انہوں نے اسے ذبح کر دیا۔ اس طرح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بچ گئے۔ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے قربانی کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ یا بقول بائیبل حضرت اسحاق علیہ السلام نے قربانی کا اعلیٰ نمونہ دکھایا تو اللہ تعالےٰ نے کہا: اے ابراہیم! تو نے میری خاطر اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کیا ما دیکھ میں تیری ذرّیت کو بڑھاؤں گا۔ اور اسے پھیلاؤں گا جیسے ستارے نہیں گنے جا سکتے اسی طرح تیری ذرّیت بھی نہیں گنی جا سکے گی۔ پھیلنے کے معنے غالب طور پر پھیلنے کے ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کسی کا ایک بیٹا امریکہ چلا جائے، ایک افریقہ چلا جائے تو کہیں اس کی نسل پھیل گئی۔ پھیلنے کے تو یہ معنے ہوا کرتے ہیں کہ وہ قوم غلبہ یا بمنزلہ غلبہ حیثیت رکھتی ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ابراہیمی نسل حضرت اسحٰق علیہ السلام کے ذریعہ تمام دنیا میں نہیں پھیل سکتی تھی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جن کی طرف "اکلوتا بیٹا" کے الفاظ اشارہ کرتے ہیں۔ ان کی نسل بھی تمام دنیا میں نہیں پھیل سکتی تھی، عملاً بھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل عرب میں ہی محدود رہی۔ اس کے پھیلنے کا وقت تب آیا جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہوئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ مجھے سیاہ وسفید، سُرخ اور زرد سب ہی کی طرف مبعوث کیا گیا ہے مجھے عربوں کی طرف بھی مبعوث کیا گیا ہے اور مجھے عجمیوں کی طرف بھی مبعوث کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

مخاطب کر کے فرمایا ہے: ۔ اے محمد (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو کہدے ۔ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ۔ میں تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں ۔ خواہ وہ کسی ملک کے ہوں، خواہ وہ کوئی زبان بولتے ہوں، تمام روئے زمین پر بسنے والوں کی طرف مجھے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے ۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے ملک میں پیدا ہوئے تھے جو تمام دنیا سے منقطع تھا ۔ وہ تمدن کے لحاظ سے بھی کمزور تھا ۔ وہ علمی لحاظ سے بھی کمزور تھا، وہ سیاسی لحاظ سے بھی کمزور تھا اس کمزور ترین ملک میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کمزور ترین انسان تھے لیکن خدا تعالے نے آپ کو پہلے اس ملک میں غلبہ عطا فرمایا پھر پیشگوئی کے مطابق آپؐ کو ابیض واسود، احمر و اصفر سب میں ہی قبولیت بخشی گئی ہے ۔ آپ کا دین مختلف قوموں میں پھیلنا شروع ہوا ۔ یہاں تک کہ وہ دنیا کے کناروں تک پھیل گیا ۔ چین میں کروڑوں مسلمان ہیں، انڈونیشیا میں نوّے فیصدی مسلمان ہیں، انڈین یونین میں پچیس تیس فیصدی مسلمان ہیں ۔ پھر افغانستان، ایران، برما، شام فلسطین، ایبے سینیا، وسطی افریقہ، شمالی وجنوبی افریقہ مغربی ومشرقی افریقہ، امریکہ، ایشیا اور یورپ کے بہت سے علاقوں میں لاکھوں کروڑوں مسلمان پائے جاتے ہیں ۔ پس آج ایک مسلمان اگر عید الاضحیہ مناتا ہے تو اس لئے نہیں کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو خدا تعالے نے بچا لیا یا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بے ایمانی کا نمونہ نہیں دکھایا اور الٰہی حکم کے مطابق وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے پر تیار ہو گئے بلکہ مسلمان جب عید کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں تو وہ اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق خدا تعالے کی یہ پیشگوئی کہ ستارے گنے جا سکیں گے لیکن تیری اولاد نہیں گنی جا سکے گی ۔ پوری ہو گئی ہے ۔ وہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ پیشگوئی دراصل محمدی پیشگوئی تھی اور ابراہیمی نسل کے پھیلنے کا وقت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا زمانہ تھا ۔ پس یہ عید بے شک حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کی یادگار ہے ۔ لیکن یہ اس بات کی شہادت ہے کہ چار ہزار سال قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام پر خدا تعالے کا جو کلام نازل ہوا تھا وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق تھا اور آپؐ ہی کے ذریعہ پورا ہوا ۔ اس عید کے ذریعہ ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ اب ابراہیمی نسل وہ نہیں جو حضرت ابراہیمؑ کے نطفہ سے پیدا ہوئی ۔ بلکہ ابراہیمی نسل وہ لوگ ہیں جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ۔ آج ہم اس لئے جمع ہوئے ہیں تا اس بات کا اعلان کریں کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روحانی اولاد ہیں اور ان پر نازل شدہ خدا تعالیٰ کے کلام کو پورا کرنے والے ہیں ۔ ہم آج جمع ہو کر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ کلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر مکہ میں بھی نہیں بلکہ فلسطین کے جنوبی اور عرب کے شمالی حصہ میں ایک ریگستان

اور کم آبادی والی جگہ میں نازل ہوا۔ اور ایک ایسے شخص پر نازل ہوا جو اپنی قوم اور ملک سے نکال دیا گیا تھا جس کی ساری مالی حیثیت چند گائے اور بکریاں تھیں۔ اور افراد کے لحاظ سے اس کا خاندان اسکے ایک بھتیجے کو ملا کر پندرہ بیس افراد پر مشتمل تھا۔ وہ جب اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے پر تیار ہوا تو خدا تعالےٰ نے کہا۔ میں تیری اولاد کو دنیا کے کناروں تک پھیلاؤں گا۔ اور تیری نسل کو اس قدر ترقی دوں گا کہ ستارے گنے جا سکیں گے مگر تیری اولاد نہیں گنی جا سکے گی۔ یہ بات حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق ہی کہی گئی تھی۔ جس کی نسل کے پھیلنے کے ذرائع موجود نہیں تھے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسل بھی دنیا میں پھیلی لیکن ان کے پاس طاقت تھی جس کے زور پر وہ پھیلی۔ یہودیوں کو ابتدا میں ہی حکومت مل گئی تھی لیکن حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل عرب میں ہی محدود رہی اور تہذیب اور ان قوتوں سے جن سے قومیں ترقی کیا کرتی ہیں منقطع رہی۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بنی اسمٰعیل میں پھر دینی روح پیدا ہوئی۔ وہ دنیوی طاقت کی وجہ سے نہیں، دینی طاقت کے زور پر دنیا میں پھیلے۔ جہاں جہاں بنی اسرائیل پھیلے ہیں، دنیوی طاقت کے زور سے پھیلے ہیں اور ان کا پھیلنا نسلی لحاظ سے پھیلنا کہلا سکتا ہے۔ لیکن یہ پھیلنا کوئی پھیلنا نہیں کیونکہ آخر ہر قوم کے بیٹے ہوتے ہیں۔ اور وہ کچھ نہ کچھ پھیلتی ہے۔ ہاں غیر قوم کے بیٹوں کو چھین کر لے آنا اور اپنی نسل بنا لینا ایک نشان ہوتا ہے۔ اس لئے یہ پیشگوئی بنی اسحٰق کے حق میں پوری نہیں ہوتی کیونکہ وہ نسلی لحاظ سے پھیلے ہیں لیکن اس کے مقابل پر بنی اسمٰعیل بھی دنیا میں پھیلے ہیں مگر انہوں نے جو ترقی کی ہے وہ اس طرح کی ہے کہ ان میں سے زیادہ تعداد دوسروں کے گھروں سے چھین کر لائی گئی ہے۔ ہم مغل ہیں کیا ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلبی اولاد ہیں؟ ہم جب اپنے بزرگوں یا تو خاںؒ اور قبلائی خاںؒ کے نام لیتے ہیں تو ان کے لئے کچھ نہ کچھ اعزاز کا جذبہ ہمارے اندر ضرور پیدا ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے اچھی حکومتیں کی ہیں لیکن چنگیز خاںؒ اور ہلاکو خاںؒ وغیرہ کا نام آنے پر جذبۂ نفرت پیدا ہوتا ہے حالانکہ وہ بھی ہماری قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر پر جو جذبۂ اکرام پیدا ہوتا ہے اور آپ کے ذکر سے جو گدگدی ہمارے دلوں میں ہوتی ہے وہ اپنے آباء و اجداد کے ذکر پر نہیں ہوتی۔ ہمیں روحانی طور پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم اتفاقی طور پر مغلوں کے ہاں پیدا ہو گئے ہیں ورنہ ہم ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد مغل ہمیں چرا کر لے گئے تھے۔ اسی طرح ہر قوم کا مسلمان خواہ وہ جاٹ ہو یا راجپوت مغل ہو یا پٹھان یورپین ہو یا ایرانی بلکہ خواہ وہ یہودیوں میں سے ہی کیوں نہ آیا ہو۔ اسے اپنے آباء و اجداد کے ذکر پر وہ جوش نہیں آتا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے ذکر پر آتا ہے۔ پس درحقیقت یہ کہنا چاہیئے کہ حضرت اسماعیلؑ کی نسل

دنیا کے کناروں تک پھیل گئی۔ دوسرے لوگوں نے اپنی اولادیں حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کے گھر میں
پھینک دیں اور وہ ان کی اولادیں نہ رہیں بلکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی روحانی اولادیں بن گئیں
لیکن یہ ہوا کس کے ذریعہ۔ یہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ہوا۔ پس جب ہم عید
مناتے ہیں تو اس پرانے واقعہ کی وجہ سے نہیں مناتے بلکہ اس بات کے اظہار کے لئے مناتے
ہیں کہ ہمارا خدا زندہ ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں۔ اور ہم جو آپ کی روحانی
اولاد ہیں زندہ ہیں۔ ہم اس موقعہ پر جمع ہو کر اور اپنے آپ کو ابراہیمی اولاد کے طور پر پیش
کرکے دنیا سے کہتے ہیں کہ دیکھو ستارے گنے جاسکتے ہیں مگر ابراہیمی نسل نہیں گنی جاسکتی ۔
جیسا کہ میں نے بتایا ہے فلسطین کے جنوب میں واقع ایک ریگستان میں ایک ایسے شخص پر
جس کی کل جائداد چند بکریاں اور چند گائیں تھیں، اس کا خاندان پندرہ بیس افراد پر مشتمل تھا،
خدا تعالےٰ کا کلام نازل ہوا کہ جو چار ہزار سال کے بعد محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے ذریعہ شاندار رنگ میں پورا ہوا، ہم آج ربوہ میں جو سینکڑوں سال (جہاں تک اس
جگہ کی تاریخ بتاتی ہے) آباد نہیں ہوا۔ جہاں پانی بھی مشکل سے ملتا تھا، جمع ہوئے ہیں اور اس بات
کا اظہار کر رہے ہیں کہ جو بات آج سے چار ہزار سال قبل خدا تعالےٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہی تھی، وہ ہمارے ذریعہ سے پوری ہو
رہی ہے ہم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے اسمٰعیلؑ اور ابراہیمؑ کی اولاد
ہیں اور عرب سے ہزاروں میل دُور غیر زبانیں بولتے ہوئے ایک وادیٔ غیر ذی زرع میں اس
امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ مَیں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا اور ستاروں کا گننا ممکن
ہوگا مگر تیری اولاد کا گننا ممکن نہ ہوگا۔ ہماری طرح اور لاکھوں جگہ پر مسلمان جمع ہو کر اس بات
کا ثبوت بہم پہنچا رہے ہیں کہ خدا تعالےٰ کا یہ کلام کہ مَیں تیری نسل کو بڑھاؤں گا اور اتنا بڑھاؤں گا
کہ تارے گنے جاسکیں گے مگر تیری نسل گنی نہیں جاسکے گی۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے ذریعہ شاندار طور پر پورا ہوا ہے۔ سو ہم یہاں اس لئے جمع نہیں ہوئے کہ حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے الٰہی حکم کے مطابق اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی پیش کی۔ ہم اس لئے یہاں جمع نہیں
ہوئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کمزوریٔ ایمان کا نمونہ نہیں دکھایا۔ ہم اس لئے یہاں جمع نہیں
ہوئے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بچا لیا۔ بلکہ اس لئے جمع ہوئے ہیں تا اس بات
کا اظہار کریں کہ یہ معجزانہ کلام جو خاص شان رکھتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے متعلق تھا اور انہیں کے ذریعہ سے پورا ہوا اور ہم اس کے زندہ گواہ ہیں۔

پس جہاں بھی یہ عید منائی جاتی ہے، گویا وہاں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ابراہیمی نسل حضرت

اسحٰق علیہ السلام کے ذریعہ نہیں پھیلی بلکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بیٹے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے پھیلی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ہمارا یہ دعویٰ غلط ہے، یہ پیشگوئی بنو اسحٰق کے حق میں حضرت مسیح کے ذریعہ سے پوری ہوئی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ درست ہوتا تو بنو اسحٰق اس واقعہ کی یاد میں کوئی عید مناتے مگر ایسا نہیں ہے۔ صرف مسلمان ہی اس گذشتہ واقعہ کی یاد کو تازہ رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے ذریعہ ابراہیمی نسل پھیلی ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ کہ مسیح علیہ السلام نے اس عہد کو قائم کیا ہے اور اب ساری دنیا کے مسلمان یہ عید مناتے ہیں نہ کہ مسیحی یا یہودی، اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے بھی عید الاضحیہ عربوں میں منائی جاتی تھی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مبعوث ہونے پر اس پیشگوئی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اسے عالمگیر بنا دیا۔ اس لئے کہ پہلے صرف عرب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد تھے لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعویٰ کے بعد آپ پر ایمان لانے والے سب لوگ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں شامل ہو گئے اور پیشگوئی پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ پھر جہاں ہم یہ عید منا کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا ایک ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔ وہاں یہ عید اس طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ ہم تبلیغ کے ذریعہ ابراہیمی نسل کو اور بھی بڑھائیں۔ جتنی جتنی ہم تبلیغ کریں گے اور جتنے جتنے مقامات پر اسلام پھیلے گا اتنے ہی شاندار طور پر یہ پیشگوئی پوری ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ابراہیم کہا گیا ہے[۵۱] اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں جہاں اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کی نسل میں بھی اسمٰعیلی ہجرت کا نمونہ ملے گا، وہاں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ پیشگوئی آپ کے ذریعہ اور بھی شاندار طور پر پوری ہوگی۔ خدا تعالےٰ آپ سے اور آپ کی قوم سے تبلیغ کا کام لے گا اور تبلیغ کے ذریعہ ابراہیمی نسل کو دنیا میں پھیلائے گا۔ پس جب ہم اس عید کے لئے جمع ہوتے ہیں تو اس لئے جمع ہوتے ہیں تا اس نشان کا اظہار ہو اور ہم نئی روح کے ساتھ اٹھیں اور کوشش کریں کہ ابراہیمی نسل اور بھی پھیلے تا وہ نشان پہلے سے دُگنا تگنا بلکہ ہزار گنا زیادہ شان سے ظاہر ہو اور ہم یہ کوشش کریں کہ اس جہان میں سوائے ابراہیمی نسل کے اور کوئی باقی نہ رہے۔"

(الفضل ۲۳ر مئی ۱۹۵۰ء)

---

۵۱ ۔ سنن ابن ماجہ کتاب الاضاحی باب ثواب الاضحیۃ

۵۲ ۔ صلح حدیبیہ ۶ھ میں ہوئی۔ حدیبیہ ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے ۹ میل کے فاصلے پر ہے (تاریخ الخمیس جلد ۲ ص ۱۶)

۳۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (باب صلوٰۃ العیدین) جلد ۳ ص۲۵۲

۴۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۲ ص۱۰۳۔ تاریخ الخمیس جلد ۲ ص۲۷۵

۵۔ پیدائش باب ۲۲ آیت ۱۳

۶۔ پیدائش باب ۲۲ آیت ۱۷

۷۔ الاعراف ۷: ۱۵۹۔ تفسیر درمنثور جلد ۳ ص۱۳۵۔ جلد ۵ ص۲۳۶ زیر آیت کریمہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سبا)

۸۔ باتوخاں (وفات ۱۲۵۵ء) جوجی کا بڑا لڑکا اور چنگیز خاں کا پوتا، روس کا فاتح اور اردوئے مطلا (خانوادہ زریں) کا بانی تھا۔ اپنے ہمعصروں میں نیک دل خان کے نام سے مشہور تھا۔ بعض غیر جانبدار مورخین نے اسے بڑا انصاف پسند، نیک خصلت اور دانش مند بادشاہ قرار دیا ہے۔ طبقات ناصری میں لکھا ہے کہ وہ جنگ میں اپنے دشمنوں سے بڑا ظالمانہ سلوک کرتا تھا۔ مگر اپنی رعایا کے حق میں بڑا رحم دل تھا۔ اس کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ درپردہ مسلمان تھا (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۱ ص۶۸۳) باتوخاں کے بعض اوصاف کی تفصیل کے لئے دیکھیں "تاتاریوں کی یلغار" مؤلفہ ہیرلڈ لیم مترجمہ عزیز احمد ص۲۲۷ تا ص۲۳۱

۹۔ قبلائی خاں (وفات ۱۲۹۴ء) تولوئی کا بیٹا۔ چنگیز خاں کا پوتا اور چین کا فاتح تھا۔ چین کی تاریخ میں قبلائی کے خاندان کو یوآن (بیرونی) خاندان کہتے ہیں۔ اس کے عہد میں رفاہ عامہ کی طرف توجہ دی گئی چنانچہ سڑکوں اور ڈاک کا انتظام کیا گیا۔ یتیموں اور بوڑھے عالموں کے لئے وظیفے مقرر ہوئے بیماروں کے لئے ہسپتال بن گئے۔ ملکی نظم و نسق میں مسلمان ناظموں اور مدبروں کا بہت عمل دخل تھا (انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم جلد ۲ ص۲۳۵)

۱۰۔ چنگیز خاں (۱۱۶۲ - ۱۲۲۷ء) کا آبائی نام تموجین تھا۔ اس نے تاتاریوں کے متفرق گروہوں کو متحد کرکے ایک خوفناک طاقت بنا دیا۔ اور خود چنگیز خاں (نہایت عظیم الشان) کا لقب اختیار کیا۔ اس کے ماتحت منگول کی فتوحات کا سلسلہ دُور دُور تک پہنچ گیا۔ چنگیز خاں نے دنیائے اسلام کے اکثر بڑے بڑے شہر برباد کر ڈالے (انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم جلد اوّل ص۵۲)

۱۱۔ ہلاکو خاں (وفات ۱۲۶۴ء) چنگیز خاں کے بیٹے تولوئی کا تیسرا لڑکا تھا۔ اس نے ایران کو فتح کرکے ایل خانی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ ۱۲۵۸ء میں ہلاکو نے بغداد پر حملہ کیا اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ عباسی خاندان کے آخری خلیفہ معتصم باللہ کو قتل کرا دیا۔ بے شمار لوگ مارے گئے۔ صدیوں کی جمع کی ہوئی دولت تاتاریوں نے لوٹ لی۔ بڑے بڑے کتب خانے نذر آتش کر دیئے گئے۔ درسگاہیں ویران ہوگئیں۔ علم و فضل اور جاہ و حشمت کا یہ سب سے بڑا اسلامی مرکز کھنڈرات بن کر رہ گیا۔ (انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم جلد اوّل ص۵۳)

۱۲۔ تذکرہ ایڈیشن سوم ص۷۹، ص۳۳۱، ص۳۷۷۔